OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 & ISSN (PRINT): 2707-1200
http://www.arjish.com

خیر اُمت ہونے کے تقاضے اور ہمارا طرزِ عمل، قرآن و سنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ

The Requirements of Being a Good Ummah & Our conduct: Analytical study in the light of Quran and Sunnah

Liaqat Ali Qadri
M.Phil Scholar, National College of Business Administration & Economics, Lahore.

Dr. Mahmood Ahmad
Assistant Professor, National College of Business Administration & Economics, Lahore.

Dr. Muhammad Zia Ullah
Assistant Professor, National College of Business Administration & Economics, Lahore.

Received on: 09-10-2023 Accepted on: 13-11-2023

Abstract

The great responsibility of inviting goodness and forbidding evil is the reason for the honor of the Muslim Ummah. God Almighty has specifically ordered the fulfillment of this duty in the Holy Qur'an, but at the same time, with this great responsibility, the office of evil has been ordered. The procedure and the rewards obtained for it have also been described. For centuries, the Muslim Ummah continued to perform this duty and was entitled to the rewards of Allah Almighty, but then they gradually forgot this responsibility and finally completely abandoned it. But abandoned as a result of falling and deserving of Divine punishment, it is necessary that we as Muslims have to fulfill this responsibility again so that we can stand before our Lord in this world and in the hereafter.

Keywords: Responsibility, Goodness, Divine Punishment, Requirements

خدائے تعالیٰ نے اس کائناتِ ارضی کو انسان کے لیے بے شمار نعمتوں سے مالامال فرمایا۔ رنگارنگ کے پھولوں اور پرندوں سے سجایا۔ اور پھر عقل و خرد جیسی عظیم نعمت سے نواز کر گویا تسخیرِ کائنات کی کنجی بھی تھمادی۔ اور اس سب کے بدلے میں فقط یہ کہا کہ اے انسان تو میرا فرماں بردار بن جا۔ رب تعالیٰ اپنے بندے سے یہ کہہ رہا ہے کہ اے انسان یہ کائناتِ ارضی تمام تر نعمتوں سمیت تیرے لیے ہے اور تو میرے لیے ہے۔ اور انسان کی تخلیق کا اصل مقصد اور سبب بھی یہی عبادت اور رب تعالیٰ کی فرماں برداری ہے۔ جیسا کہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت انسان کو اس کی پیدائش کے مقصد سے آگاہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ 1

''اور میں نے جن وانس کو تخلیق ہی فقط اپنی عبادت کے لیے کیا ہے۔''

اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے بالکل واضح انداز میں انسان کے مقصدِ تخلیق کو بیان فرمایا ہے کہ اے انسان میں نے تجھے اپنی عبادت اور فرماں برداری کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان اپنے مقصدِ تخلیق کو بھولتا گیا تو اللہ نے انبیاء ورُسل کو بھیجا۔ جب جب انسان اپنے مقصدِ حیات سے غافل ہوا رب تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور پیغمبروں کے ذریعے سے اسے اس مقصدِ حیات کی یاد دلانے کا اہتمام کیا۔ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرامؑ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ جنھوں نے لوگوں کو ان کے رب تعالیٰ کا پیغام سنایا۔ بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھلائی اور ظلمت کے اندھیروں میں گم گشتہ راہ انسانوں کو راہِ ہدایت پہ لا کھڑا کیا۔ اور اپنے خالقِ حقیقی سے بچھڑے ہوئے لوگوں کو پھر سے خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں لانے کی سعی کی۔ انبیاء و رُسل کے اس سلسلے کی آخری کڑی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ جنھوں نے اپنے سابقین کی طرح لوگوں کے دلوں کو ہدایت کے نور سے منور فرمایا۔ آپ ﷺ جب اس دُنیا میں تشریف لائے تو انسانیت اسفل سافلین کی اتھاہ گہرائیوں میں پڑی سسک رہی تھی۔ ہر طرف ظلم و بربریت کا دور دورہ تھا۔ انسان اپنے ہی جیسے انسان کی جان لینے سے دریغ نہ کرتا تھا۔ انسان اپنے مقصدِ حیات کو قطعی طور پر بھول چکا تھا۔ بلکہ مقصدِ تخلیق کے ساتھ ساتھ خالق سے بھی ناآشنا تھا۔ اور سمجھ رہا تھا کہ شاید اس کی تخلیق کا کوئی مقصد نہیں ہے جیسا کہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہوئے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ [2]

''اے انسان تو تم کیا یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمھیں عبث اور فضول بنایا ہے۔ کیا تم میری طرف لوٹ واپس نہیں آؤ گے۔''

اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے تمام انسانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ بنی آدم تم کیا سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تم کو بیکار میں پیدا کیا ہے۔ فرمایا بالکل نہیں ہم نے تمھیں بے کار اور عبث پیدا نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ تمھیں اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے انسانیت کو پھر سے بھولے ہوئے مقصدِ تخلیق کو یاد کروایا۔ بھٹکے ہوئے انسان کو پھر سے رب تعالیٰ سے ملایا۔ اور وہ جو اپنی بیٹیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے انھیں بیٹیوں سے پیار کرنا سکھلایا۔ آپ ﷺ تمام عالمین کے لیے نبی بن کر تشریف لائے ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد اب کسی اور رسول نے نہیں آنا۔ آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت کو تمام کر دیا گیا۔ اس لیے انسانیت کی رُشد و ہدایت کا فریضہ اب آپ ﷺ کی اُمت کے سپرد ہوا۔ اب یہ بارِ گراں قیامت آپ ﷺ کی اُمت ہی سرانجام دے گی۔

خیر اُمت کا لقب اور اس کی وجوہات

انسانیت کی رُشد و ہدایت اور رہنمائی کے لیے قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرامؑ یکے بعد دیگرے تشریف لاتے رہے۔ تاکہ راہِ ہدایت سے بھٹکی ہوئی انسانیت کو خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں لا کھڑا کیا جائے۔ اور انسان کو اس دنیا میں اس کی آمد اور پیدائش کے مقصد کے متعلق آگاہی دی جائے۔ کہ ایک مخصوص وقت تک کے لیے اللہ نے انسان کو اس دُنیا میں بھیجا ہے کہ وہ اپنے مقصد تخلیق کے مطابق زندگی گزارتا

ہے یعنی اللہ کا عبادت گزار بندہ بن کر یا پھر اپنے مقصدِ پیدائش سے انحراف کرتے ہوئے وہ فضول اور دیگر دُنیاداری اور حُبِّ دُنیا کی طلب میں مگن ہو کر اپنی زندگی کو گزارتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ 3

"وہ عظیم خالق جس نے موت وحیات کی تخلیق فرمایا اس لیے کہ وہ تمھارا امتحان لے کہ تم میں سے کون احسن اور اچھے کام کرنے والا ہے اور وہی تو ہے جو بڑی شان والا ہے اور معاف فرمانے والا ہے۔"

اس کائناتِ ارضی میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس لیے بھیجا ہے تاکہ ان کی آزمائش کرسکے کہ کون اس کا فرماں بردار ہے اور کون اس کا نافرمان ہے۔ اسی لیے رب تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں یعنی انبیاء کرامؑ کے ذریعے سے بنی نوع انسان کی تربیت وہدایت کا بندوبست فرمایا۔ چونکہ نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ سلسلۂ انبیاء کے آخری نبی ہیں۔ لہٰذا قیامت تک اصلاح اور رُشد وہدایت اُمتِ محمدیہ کی ذمہ داری قرار پایا کہ رہتی دُنیا تک اُمتِ محمدیہ اس فریضہ کو سرانجام دے گی۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ ۠ 4

"اور سب مسلمانوں سے تو یہ ممکن نہیں کہ سب کے سب نکل جاویں۔ تو کیوں نہ وہ ایسا کریں کہ اُن میں سے ہر ایک گروہ میں سے ایک جماعت نکلے جو دین میں تفقہ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈرائیں اللہ کی نافرمانی سے اس اُمید کے ساتھ کہ وہ بچیں۔"

جیسا کہ اللہ پاک نے نہ صرف اس فریضہ کا اس آیتِ مبارکہ میں ذکر فرمایا ہے بلکہ ساتھ ساتھ اس کے لائحۂ عمل کو بھی بیان فرمایا ہے تاکہ لوگ کسی مشکل میں پڑے بغیر اس فریضہ کی تکمیل کرسکیں۔ اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے کارِ نبوت میں سے ایک کام یعنی دین کی تبلیغ اور لوگوں کو دین سکھلانے کے کام کا ذکر فرمایا ہے کہ پہلے تو انبیاء اپنی اپنی اقوام کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور اپنی اپنی اقوام کو دین کی دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ اب چونکہ قیامت تک اور کوئی نبی اس فریضہ کی انجام دہی کے لیے نہیں آنے والا لہٰذا اب اس کارِ نبوت کی ذمہ داری اُمتِ محمدیہ ﷺ ہے۔ چونکہ سب لوگوں کا ایک دم سے سب چھوڑ چھاڑ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے نکلنا ناممکن ہے۔ لہٰذا ہر قوم یا قبیلے میں سے ایک جماعت لوگوں کی ایسی ہو جو دین سیکھنے اور دین میں سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لیے نکلیں۔ اور جب انھیں تفقہ فی الدین حاصل ہو جائے تو پھر واپس اپنی قوم میں آکر وعظ ونصیحت کریں۔ اور دین کی دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیں۔ اور یہی کارِ نبوت میں سے ہے۔ نبی کریم ﷺ سے پہلے کے تمام انبیاء اپنی اپنی قوموں کو دین کی دعوت وتبلیغ فرماتے رہے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیا۔ پھر آپ ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت صحابہ نے بھی دین کی دعوت کے سلسلہ کو احسن طریقہ سے آگے بڑھایا۔ پھر تابعین و تبع تابعین اور علماء وفقہاء نے جس قدر جانفشانی اور شبانہ روز محنت سے دعوتِ دین کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اسلام کی چودہ صدیوں میں یہ فریضہ نہایت احسن طریقے سے سرانجام پایا جاتا رہا ہے اور آج بھی علماء کی ایک کثیر تعداد اپنے

اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسی فریضہ کی ادائیگی میں مصروف کار ہے۔یہی وہ فریضہ ہے جس کی بناء پر اللہ رب العزت نے اس اُمت کو خیر اُمت کے نام سے موسوم فرمایا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [5]

''اے اُمتِ مسلمہ تم وہ بہترین اُمت ہو جو انسانوں کی (ہدایت ور ہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔اے اُمتِ مسلمہ تم ہی وہ لوگ ہو جو نیکی و خیر کا حکم دینے والے ہو اور سر سے روکنے والے ہو۔اور ایمان باللہ رکھنے والے ہو اور اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو اسی میں ان کی بھلائی تھی ان میں سے تو کچھ اہلِ ایمان ہیں اور اکثریت تو فاسقین کی ہی۔''

اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے جو کارِ نبوت کا فریضہ اس اُمت کے کاندھوں پر ڈالا ہے اس کی وجہ سے خیرِ اُمت کے خطاب سے نوازا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس خطاب اور انعام کی وجوہات کو بھی ذکر فرمادیا کہ تم ہی وہ لوگ ہو جنھیں لوگوں کی ہدایت ور ہنمائی کا عظیم فریضہ سونپا گیا ہے لہٰذا تمھیں خیر اُمت کی فضیلت عطا کر دی گئی ہے۔کیونکہ تم نیکی کی دعوت دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو۔اور اللہ پر پختہ ایمان رکھتے ہو۔اگر اس آیتِ مبارکہ کے سببِ نزول کا جائزہ لیا جائے تو بھی مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ چونکہ سابقہ قوموں میں بنی اسرائیل کو خاص فضیلت حاصل تھی۔لہٰذا وہ ابھی تک اسی تفاخر اور زعم میں مبتلا تھے۔حالانکہ جس سبب سے انھیں وہ عزت و کرامت اور عظمت حاصل تھی وہ اعمال ترک کر چکے تھے مگر جو اُن کے فضائل و مناقب بیان ہوئے تھے ابھی تک خود کو اس کا مصداق سمجھتے تھے۔اسی لیے رب تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ ﷺ کو خیر اُمت کی فضیلت عطا فرما کر ساتھ ہی ساتھ اس فضیلت و کرامت کی وجہ بھی بیان فرمادی تاکہ وہ جو اہلِ یہود اس زعم میں مبتلا پھرتے ہیں انھیں حقیقت سے آگاہی حاصل ہو جائے۔جیسا کہ ''تفسیر خازن'' میں ہے:

''كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ سبب نزول هذه الآية أن مالك بن الصيف ووهب بن يهودا اليهوديين قالا لعبد الله بن مسعود وأبي بن كعب ومعاذ بن جبل وسالم مولى حذيفة: نحن أفضل منكم وديننا خير من دينكم الذي تدعوننا إليه فأنزل الله هذه الآية.'' [6]

''كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ آیتِ مبارکہ کا سبب نزول یہ ہے کہ اہلِ یہود میں سے مالک بن الصیف اور وہب بن یہودا نے حضرت عبداللہ بن مسعود، معاذ بن جبل اور ابی بن کعب نیز حضرت حذیفہ کے غلام سے کہا کہ ہم اہلِ یہود تم مسلمانوں سے افضل ہیں۔اور ہمارا دین تمھارے دین سے افضل ہے۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔''

صاحب ''تفسیر خازن'' نے اس آیتِ مبارکہ کے وجہ نزول کو بیان فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ اہلِ یہود میں سے دو شخاص نے حضرات صحابہ کرام سے کہا کہ ہم اہلِ یہود تو اللہ کے پسندیدہ اور محبوب ہیں۔اسی طرح ہمارا دین بھی تمھارے دین سے افضل ہے۔لہٰذا ہم کیوں تمھارے دین کو اختیار کریں۔اس پر رب تعالیٰ اُمتِ محمدیہ ﷺ کی فضیلت و شرف کا ذکر فرمایا۔ساتھ ہی ساتھ اس کارِ خیر کا بھی ذکر فرمادیا جس کی وجہ

سے یہ فضیلت عطا کی گئی ہے۔اور رب تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ ﷺ کی فطرت وجبلت کا ذکر فرمایا کہ اے اُمتِ محمدیہ ﷺ تمھاری فطرت وجبلت سب سے بہترین میں ہے۔کیونکہ تم نیکی اور خیر دعوت دیتے ہو شر اور بُرائی سے منع کرتے ہو۔اگر ہم اس آیت مبارکہ سے سابقہ آیات کے مفہوم کو پڑھیں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ سابقہ آیات میں اہلِ کتاب کو سرکشی ونافرمانی کو ذکر فرما کر اُمتِ محمدیہ ﷺ کو یہ سبق دیا کہ تم بھی اُن کی طرح نافرمان اور سرکشی پر آمادہ نہ ہو جانا۔کیونکہ اُن سے بھی یہ اعزاز اسی سبب چھینا گیا ہے کہ وہ سرکش ونافرمان ہوئے۔ سوجب تک تم نیکی کی دعوت اور بُرائی سے بچتے رہنے کی تلقین کرتے رہو گے تب تک تمام اُمتوں سے افضل رہو گے۔ خیر اُمت ہونے کے متعلق نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((أُعْطِيتُ مَا لَمْ يُعْطَ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ " فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، مَا هُوَ قَالَ؟: " نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ، وَأُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ الْأَرْضِ، وَسُمِّيتُ أَحْمَدَ، وَجُعِلَ التُّرَابُ لِي طَهُورًا، وَجُعِلَتْ أُمَّتِي خَيْرَ الْأُمَمِ.))[7]

”نبی رحمت رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے مجھے وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کیا گیا ہے۔ صحابہ نے عرض کی کہ وہ کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نے میری رُعب کے ساتھ مدد فرمائی ہے اور مجھے زمین کی چابیاں عنایت کی گئی ہیں۔ میرے لیے نام احمد کو تجویز کیا گیا اور میرے لیے مٹی کو پاک کرنے والی بنا دیا گیا اور یہ کہ میری اُمت کو بہترین اُمت بنا دیا گیا۔“

جیسا کہ اللہ پاک نے قرآن مجید کی آیتِ مقدسہ میں اس اُمت کو بہترین قرار دیا ہے۔اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی حدیثِ مبارکہ میں اپنے اُن خصائص کا ذکر فرمایا ہے جن سے آپ ﷺ کو نوازا گیا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے۔یعنی آپ ﷺ کو پُرہیبت اور رعب والا بنا کر بھیجا گیا ہے۔ جس بنا پر آپ ﷺ کے دشمنوں پر آپ ﷺ کی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ اسی طرح ایک اور حدیثِ مبارکہ میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے دشمن پر میری ہیبت اور رعب ایک مہینہ کی مسافت سے طاری ہو جاتی ہے۔ دوسرے نمبر پر آپ ﷺ کو زمین کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ یعنی آپ ﷺ کو تمام خزانوں کا مالک بنا کر بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔یعنی آپ ﷺ کو تمام خزانوں کا مالک بنا کر بھیجا گیا۔اللہ تعالیٰ نے تمام خزانوں کی کنجیاں اپنے نبی مکرم ﷺ کو عطا کر دیں۔ ساتھ فرمایا کہ میرا نام احمد رکھا گیا۔ میرے سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں ہے اور مٹی وک پاک کرنے والا بنایا۔یعنی اگر پانی نہ ہو یا پانی سے پاکیزگی کے حصول میں کوئی مشقت یا دقت ہو تو وہ مٹی سے تیمم کے ذریعے سے پاکی حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ پاک نبی کریم ﷺ کے صدقے سے اُمتِ محمدیہ ﷺ پر یہ احسان فرمایا کہ تم اگر پانی کے حصول یا کسی سبب سے پانی پاکیزگی حاصل کرنے میں مشکل ہے تو مٹی یا اس کی جنس میں سے کسی چیز کے ساتھ پاکیزگی حاصل کر سکتے ہو۔اور آخر میں فرمایا کہ اللہ نے مجھے جو اُمت عطا فرمائی ہے وہ بھی تمام اُمتوں میں سے بہترین اُمت ہے۔یعنی رسول پاک ﷺ تمام نبیوں سے افضل اور آپ ﷺ کی تمام اُمتوں سے افضل قرار پائی۔

سابقہ اُمم اور دعوت الی الخیر سے روگردانی کا عذاب

اللہ پاک نے حضرت انسان کو اس دنیا میں اپنا خلیفہ یعنی نائب بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ زمین پر رب تعالیٰ کی نیابت کے فرائض سرانجام دے۔ جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتا ہے اور اُس کی رضا کا طالب رہتا ہے تو اللہ پاک بھی اپنے بندوں و فضل و عنایات کا تسلسل جاری رکھتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان نے رب تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اور حدود اللہ سے متجاوز ہوا تو باری تعالیٰ نے ان سرکش لوگوں کی سرکوبی فرمائی اور انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا کر بعد میں آنے والی نسلِ آدم کے لیے سامانِ عبرت بنا دیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ ۚ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ [8]

"کیا انھیں ان لوگوں کے حالات کی خبر نہیں پہنچی جو اُن سے پہلے گزر گئے ہیں۔ جیسا کہ قومِ نوح، عاد و ثمود اسی طرح قومِ ابراہیم اور اصحابِ مدین اور دیگر بستیاں کہ جنھیں الٹ پلٹ کر تباہ کر دیا گیا۔ ان تمام کے پاس اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رُسل کھلی اور واضح نشانیاں لے کر تشریف لائے تھے۔ وگرنہ یہ اللہ کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اُن پر ظلم کرتا بلکہ انھوں اپنے آپ پر خود ہی ظلم کیا۔"

اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے سابقہ اُمم پر ہونے والے عذاب کے بارے میں بتایا ہے کہ ان اقوام کے پاس اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر کھلی اور واضح نشانیاں لے کر آئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہیں اور راہِ ہدایت کی دعوت دی مگر ان اقوام نے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات سے انحراف کیا۔ اور ساتھ ہی ساتھ کھلم کھلا نافرمانی کا ارتکاب کرنے لگے۔ جب اُن کی سرکشی اور بغاوت حد سے بڑھ گئی تو رب تعالیٰ نے اُن پر عذاب مسلط کر کے انھیں نیست و نابود فرما دیا۔ اور بعد میں آنے والوں کے لیے نشانِ عبرت بنا دیا۔ اب اس قصے میں اُمتِ محمدیہ ﷺ کے لیے بھی عبرت کا سامان ہے کہ اگر وہ بھی رب تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں گے اور دعوت الی الخیر و نہی عن المنکر کا اہتمام کرتے رہیں گے تو ان پر بھی نوازشات اور رحمت کی بارش ہوتی رہے گی اور اگر نافرمانی و بغاوت کی تو سابقہ اقوام جیسے ذلیل و رسوا کر دی گئیں ویسے ہی ذلت و رُسوائی تمھارا مقدر بن جائے گی۔ جیسا کہ سابقہ اقوام کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ ۗ [9]

"ذلت و خواری کو ان پر مسلط کر دیا گیا اور ان پر اللہ کا غضب نازل ہو گیا۔"

یعنی اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ سابقہ اقوام کی ذلت و خواری کو بیان کر رہا ہے کہ وہ قومیں جنھوں نے احکامِ الٰہی سے بغاوت کی اور نافرمانی کی روش اختیار کی اللہ تعالیٰ نے انھیں طرح طرح کے عذابوں کے ذریعے ذلت و رسوائی سے دوچار کیا۔ اسی طرح اُمتِ محمدیہ ﷺ کو بھی یہی تلقین کی گئی کہ تم بھی سابقہ لوگوں کی روش پر نہ چل پڑنا کہ وہ اللہ کے نافرمان ہو کر مستحق عذاب بن گئے۔ بلکہ اللہ کے فرماں بردار بندے بنے رہو اور جو ذمہ داریاں تمھارے سپرد کی گئی ہیں انھیں احسن طریقے سے ادا کر کے ان تمام انعامات کے حقدار بن جاؤ جن کا ذکر قرآن و حدیث میں آیا ہے اور سب سے بڑی بات کہ اُمتِ خیر کی فضیلت و شرف کے مصداق بن جاؤ۔

دعوت الی الخیر و نہی عن المنکر قرآن کی روشنی میں

روزِ ازل سے ہی رب تعالیٰ نے حضرت انسان کی رہنمائی کے لیے انبیاء و رُسل کو مبعوث فرمایا۔ انبیاء کرام تشریف لاتے اور بنی نوع انسان کو رب تعالیٰ کی تعلیمات سے آگاہ کرتے اور جن کاموں سے رب تعالیٰ نے منع فرمایا تھا اُن کی نشاندہی فرما کر اُمت کو اُن کاموں سے منع فرماتے تھے۔ نبی رحمت ﷺ کے بعد اب چونکہ قیامت تک اور کوئی پیغمبر نہیں آنے والا لہٰذا اب یہ فریضہ اللہ پاک نے اُمتِ محمدیہ ﷺ کے سپرد کر دیا۔ لیکن اب چونکہ پوری اُمت اس مشن پیغمبری میں مصروفِ کار نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اُمت میں سے ہر قوم یا علاقے کے گروہوں میں سے کچھ لوگ اس فریضہ کی تکمیل کے لیے اپنے آپ کو وقف کریں یعنی دین سیکھنے کے لیے نکلیں۔ اور پھر جب دین سیکھ لیں تو واپس آکر اپنے لوگوں کو خیر کی دعوت اور نہی عن المنکر یعنی منکرات سے روکیں۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

وَ لۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَ يَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ يَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ‌ؕ وَ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ۝ [10]

"اور ہونا تو یہ چاہیے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو بلاتی رہے خیر کی طرف اور نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے روکتی رہے اور یہی تو وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔"

اس آیتِ مبارکہ میں رب تعالیٰ نے دو چیزوں کا ذکر فرمایا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر اُمت میں سے ایک جماعت دعوت الی الخیر اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتی رہے گی تو جو پوری اُمت کے ذمہ فرض ہے وہ ادا ہو جائے گا۔ یعنی ہر قبیلے یا علاقے میں سے کچھ لوگ دعوت الی الخیر میں مصروفِ کار ہو جائیں گے تو سبھی لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ ذمہ داری سے عہدہ برآ متصور ہوں گے اور دوسری بات وہ عظیم خوش خبری ہے جو بندۂ مومن کا مقصود و مطلوب ہے۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں کامیاب ہو جانا۔ جو شخص اس کارِ پیغمبری میں مصروفِ کار ہو جائے تو رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ شخص دُنیا اور آخرت میں اللہ کے حضور کامیاب اور فلاح حاصل کرنے والا ہے۔ یہاں پر یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ضروری نہیں کہ کسب علوم دینیہ کے بعد روایتی انداز تبلیغ اختیار کیا جائے۔ بلکہ دین متین کی ترویج و تبلیغ کسی بھی انداز میں کی جا سکتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی شخص کو اللہ پاک نے قوتِ استدلال سے نوازا ہے اور فن تقریر میں بھی مہارت رکھتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ اپنے وعظ و تقریر کے ذریعے سے لوگوں کو دین کی طرف بلائے اور دعوتِ الی الخیر و نہی عن المنکر سے لوگوں کو آگاہ کرے۔ اسی طرح اگر اللہ پاک نے فن تصنیف سے نوازا ہے تو چاہیے کہ اپنی تحاریر و تصانیف کے ذریعے سے لوگوں کو دین اسلام کی تبلیغ و ترویج کرے۔ مگر ایک بات یاد رہے کہ اپنے کردار کے ذریعے سے تبلیغ کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ خود بھی دین کا علم حاصل کرے۔ اور اوامر و نواہی کا علم جان کر پھر اُن پر عمل پیرا بھی ہو تو اس طرح سے نہ صرف تقریر کے ذریعے سے دین اسلام کی تبلیغ ہوئی ہے بلکہ کردار کے ذریعے سے بھی تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام پاتا ہے۔ اور یہ تمام طریقوں میں سے سب سے زیادہ مؤثر اور مستند ہے۔ اسی طرح جب کہیں بُرائی دیکھے تو اُسے بھی روکنے کی سعی کرے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بُرائی سے بھی روکا جائے۔ یعنی فقط دین اسلام

کی تبلیغ ہی کافی نہیں ہے بلکہ جو بُرائی ہو رہی ہو اس کو روکنا بھی اُمتِ مسلمہ کے ہر ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ بھی ہے کہ بُرائی کو روکو۔ لٰہذا بُرائی کو روکنا اور نیکی کی دعوت دینا اہلِ حق کی بدرجہ اتم ذمہ داری ہے۔ باقی عام مسلمان بھی اس ذمہ داری سے مبرا نہیں ہیں وہ بھی جس قدر طاقت رکھتے ہوں انھیں بھی چاہیے کہ وہ اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق نیکی کی دعوت اور بُرائی سے منع کرنے کا فریضہ سرانجام دیں۔

اسی طرح سورہ توبہ میں اللہ پاک نے مؤمنین کی صفات کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ :

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ 11

"اور مومن مرد اور مومن خواتین ایک دوسرے کے مددگار و ساتھی ہیں۔ خیر اور بھلائی کا حکم دیتے ہیں۔ بُرائی سے منع کرتے ہیں۔ نماز کو قائم کرتے ہیں اور وہ زکوٰۃ کو ادا کرنے والے ہیں۔ نیز یہ کہ وہ احکامِ الٰہی و احکامات رسول ﷺ کی تعمیل کرنے والے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن پر رب تعالیٰ بہت جلد رحم فرمانے والا ہے۔ بے شک اللہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔"

اس آیتِ مقدسہ میں اللہ پاک نے اہلِ ایمان کو چند نشانیاں اور اُن کے اوصاف کا بڑے ہی دل نشین انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار ہیں۔ یعنی مومن ہوتا ہی وہی ہے جو دوسرے مسلمان بھائی کے کام آئے اور دُکھ سکھ کی گھڑی میں اس کا ساتھی و مددگار ہو۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان تو صرف ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ یعنی مسلمان اپنے دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا یعنی کوئی لڑائی جھگڑا یا دشمنی یا بھائی چارے سے کم رشتے سے بھی گزارہ نہیں ہوگا بلکہ ہر کلمہ توحید پڑھنے والے کو اپنے سگے بھائی جتنا قریبی سمجھنا ہوگا کیونکہ یہ کلمہ توحید اور اسلام کے نام پر وجود میں آنے والا رشتہ دونوں کو بھائی چارے کی ایک ایسی لڑی میں پرو دیتا ہے جو سب مسلمانوں کو ایک وحدت عطا کر دیتی ہے۔

پھر دوسرا وصف یہ بیان فرمایا کہ وہ بھلائی اور خیر کی دعوت دیتے ہیں یعنی نیکی اور اچھائی کی طرف بلاتے ہیں اور شر و بُرائی سے روکتے ہیں۔ معلوم ہوا بندۂ مومن کے اوصاف میں سے دعوت الی الخیر و نہی عن المنکر والا وصف اس قدر اللہ کو پسندیدہ ہے کہ اس کا قرآن میں ذکر فرمایا کہ جو میرا بندہ مومن ہوگا وہ لازمی طور پر ایسی خوبصورت جبلت کا مالک ہوگا جس میں نیکی کی طرف رغبت اور نہ صرف خود رغبت رکھنے والا ہوگا بلکہ دوسروں کو بھی نیکی کی طرف راغب کرنے والا ہوگا۔ اسی طرح اس کی فطرت و جبلت میں بُرائی سے نفرت ہوگی اور دوسروں کو بھی بُرائی سے روکنے والا ہوگا۔ یعنی جس دل میں ایمان جگہ بنالیتا ہے تو پھر وہاں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں برداری کا جذبہ پروان چڑھتا ہے اور بُرائی و بدکاری سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں انسان رب تعالیٰ کا محبوب و پسندیدہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح تیسرا وصف یہ بیان ہوا ہے کہ مومنین کا وصف یہ ہے کہ وہ نماز کو قائم کرنے والے ہیں۔ یعنی نماز کا باقاعدہ اہتمام کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ کو نماز اس قدر

محبوب ہے کہ شبِ معراج کو نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہِ ناز میں سے بطور تحفہ عطا فرمایا۔ اور اسی طرح نبی رحمت ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے کہ اے لوگو! نماز تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ لہٰذا ایک بندہ مؤمن کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے رب کی رضا اور نبی رحمت ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کرتا ہے یعنی نماز کا باقاعدہ اہتمام کرتا ہے کہ یہ رب تعالیٰ کو یہ عبادت نہایت پسند ہے۔ اسی طرح اس سورہ مبارکہ میں اہلِ ایمان کا پانچواں وصف اللہ پاک نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اہلِ ایمان تو رب تعالیٰ کے فرماں بردار اور نبی رحمت ﷺ کے اطاعت گزار ہوتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے والے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں۔ اور نبی رحمت ﷺ سے وفا اور آپ ﷺ کی اطاعت کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان اوصاف کے مالک لوگ مومنین ہوتے ہیں اور ان مومنین پر رب تعالیٰ بہت جلد رحم فرمانے والا ہے۔ یعنی دُنیا میں بھی اُن کو کامیاب و کامران ٹھہرایا جائے گا اور آخرت میں بھی اُن پر رحمت و فضل کیا جائے گا۔ قرآن کریم کی متعدد آیات دعوت الی الخیر اور نہی عن المنکر کے مضمون پر مشتمل ہیں۔ ان آیات میں نہ صرف دعوت الی الخیر کا حکم ہے بلکہ طریقۂ کار اور پھر جو لوگ یہ فریضہ سرانجام دینے والا ہیں اُن کی فضیلت و شرف کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

دعوت الی الخیر و نہی عن المنکر سیرتِ طیبہ کی روشنی میں

نبی رحمت ﷺ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر اور رسول دُنیا میں مبعوث ہوئے وہ کسی خاص علاقہ یا قوم کی طرف مبعوث ہوئے۔ اسی طرح اُن کی نبوت ورسالت بھی مخصوص وقت کے لیے تھی۔ یعنی نبی کریم ﷺ سے پہلے والے انبیاء کی نبوت کسی خاص علاقہ یا قوم تک محدود ہوا کرتی تھی۔ اسی طرح ان انبیاء کی نبوت وقت کے لحاظ سے بھی محدود تھی۔ آپ اس بات سے اندازہ لگائیے کہ حضرت یعقوب سے جنابِ عیسیٰ تک قوم بنی اسرائیل کی رُشد وہدایت کے لیے تقریباً تین ہزار پیغمبر مبعوث ہوئے۔ یعنی ان تمام انبیاء کی نبوت قومِ بنی اسرائیل کے لیے مخصوص تھی۔ حضرت صالح ، حضرت لوط یا حضرت شعیب اور اس کے علاوہ دیگر جن انبیاء کا تذکرہ ملتا ہے کہ یہ سب اپنے اپنے علاقے اور اپنی ہی اقوام کے لیے نبی ہوئے۔ اسی طرح ایک ہی وقت میں کئی کئی پیغمبر مختلف علاقوں اور قوموں کی طرف مبعوث کیے گئے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت لوط ایک ہی وقت میں نبی تھے مگر دونوں کے دائرۂ کار الگ الگ تھے مگر جناب رسولِ مکرم ﷺ کی نبوت ورسالت کسی خاص علاقے یا قوم تک محدود نہیں تھی اور نہ ہی وقت کے لحاظ سے محدود تھی بلکہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت تمام نسلِ انسانی کے لیے تھی۔ یعنی آپ ﷺ تمام نسلِ انسانی کی ہدایت اور بھلائی کے لیے مبعوث کیے گئے ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت ہر قوم، ہر خطہ، ہر رنگ و نسل اور قیامت تک کے لیے ہے۔ آپ ﷺ کے وصالِ ظاہری کے بعد اب چونکہ کوئی نبی نہیں آنے والا تو اب یہ فریضہ اُمت کے سپرد ہے۔ جس کی تلقین نبی رحمت ﷺ نے اپنی متعدد احادیث میں فرمائی ہے۔ جیسا کہ نبی رحمت ﷺ کا ارشادِ عالی شان ہے:

((مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى، كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ، كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا

يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا.))12

''نبی رحمت ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے جس نے نیکی وہدایت کی طرف دعوت دی یعنی نیکی اور بھلائی کی تبلیغ کی تو جس شخص کو تبلیغ کرے وہ لوگ اگر نیکی پر چلیں گے تو نیکی پر چلنے والوں کو جس قدر ثواب ملے گا۔''

اسی قدر ثواب نیکی کی دعوت اور بھلائی کی طرف بلانے والے کو بھی عطا کیا جائے گا۔اس حدیثِ مبارکہ میں نبی رحمت ﷺ نے ایک اور بات کی وضاحت بھی فرمادی ہے کہ جو شخص کسی کو بُرائی اور گناہ کی دعوت دے گا تو جس قدر اس بُرائی پر عمل کرنے والے کو گناہ ہوگا اسی قدر اس بُرائی اور بدکاری کی دعوت دینے والا کو بھی گناہ ہوگا۔یہاں یہ بات واضح ہے کہ نیکی کی دعوت دینے والے کو ثواب ملے گا مگر اس نیکی پر عمل پیرا ہونے والے کے ثواب میں سے کچھ کمی نہ ہوگی۔اسی طرح بُرائی وبدکاری پر عمل پیرا ہونے والے کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہوگی مگر دعوتِ بُرائی وبدکاری دینے والے کو بھی اسی قدر گناہ ملے گا۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حوالے سے ایک اور حدیثِ مبارکہ میں نبی رحمت ﷺ نے ایمان کی مختلف حالتوں کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جتنے بھی انبیاء ورُسل دُنیا میں بھیجے تو اُن کے لیے اُن کی اُمت میں سے کچھ لوگوں کو اُن کا حامی ومددگار بنایا۔جو اپنے نبی کے راستے پر چلنے والے ہوتے اور جو بھی وہ پیغمبر احکامِ الٰہی اُن کو بتلاتا وہ اس پر عامل ہوا کرتے تھے اور اپنے نبی ﷺ کی اقتدا کرتے تھے تمام احکامِ الٰہیہ میں۔ مگر پھر ان اہلِ ایمان کے بعد کچھ ایسے نافرمان لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے پیغمبر کی تعلیمات کو چھوڑ دیا اور اُن کا قول ان کے فعل کے خلاف ہوتا تھا اسی طرح ان کا فعل ان کے اپنے ہی قول کے خلاف ہوتا تھا لہٰذا جس نے ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کیا وہ مومن ہے۔حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

((فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَيْسَ وَرَاءَ ذَلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ.))13

''نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہاتھ سے بُرائی کو روکا یعنیان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کیا۔وہ مومن ہے اور جس نے زبان سے بُرائی وبدکاری سے منع کیا وہ بھی مؤمن ہے۔اور جس نے دل سے اُن کے خلاف جہاد کیا یعنی اس بُرائی کو دل میں بُرا جانا وہ بھی مؤمن ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کا درجہ نہیں ہے۔''

یعنی ایمان کا کوئی درجہ اس کے بعد نہیں ہے۔اس بات کا مفہوم یہ ہے کہ مومن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم انسان دل میں کسی بُرائی کو بُرائی جانے۔اسی طرح ایک اور حدیثِ مبارکہ میں نبی رحمت ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

((عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ اليَمَانِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوُنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عِقَابًا مِنْهُ ثُمَّ تَدْعُونَهُ فَلاَ يُسْتَجَابُ لَكُمْ.))14

''حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے مومنو! اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے

تمھارے اوپر یہ لازم ہے کہ تم نیکی اور بھلائی کی دعوت دیتے رہو اور بُرائی و بدکاری سے منع کرتے رہو۔ اگر تم اس معاملے میں کوتاہی کرو گے تو ضرور بالضرور تم پر عذاب نازل ہو گا اور اللہ پاک تمھاری دعاؤں کو بھی رد فرما دے گا۔"

یعنی پھر تم اپنے رب کے حضور دعائیں اور التجائیں کرو گے مگر تمھاری دُعائیں اور التجائیں رد کر دی جائیں گی۔ سو دعوت الی الخیر اور نہی عن المنکر وہ عظیم فریضہ ہے جو تمام انبیاء کا مشن تھا اور کارِ پیغمبری ہے۔ لہٰذا جس قدر یہ عظیم فریضہ ہے اسی قدر اس کا اجر و ثواب بھی ہے اور کوتاہی و غفلت پر عذابِ الٰہی کی وعید بھی سنائی گئی ہے۔

خیرِ اُمت کے تقاضے اور ہمارا طرزِ عمل

اللہ پاک نے اُمتِ محمدیہ ﷺ کو کارِ پیغمبری کا فریضہ سونپ کر وہ عزت و شرف عطا فرمایا ہے کہ جو آج تک کسی اور اُمت کے حصے میں نہیں آیا ہے لہٰذا اس عزت و شرف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اُمتِ محمدیہ ﷺ اس عظیم فریضہ کی بجاآوری میں کسی قسم کی غفلت و کوتاہی کی مرتکب نہ ہوتی۔ اور ہوا بھی یونہی کہ ہمارے سلف صالحین نے اس عظیم فریضہ کی بجاآوری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ بلکہ اللہ کے دین کے راستے میں اپنے جگر کو پگھلایا۔ اپنے مال و دولت کو خرچ کیا اور حفاظت دین و تبلیغ دین کے اس فریضہ کی تکمیل کی۔ مگر آج ہم بجائے اس کے کہ اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے دین متین کی خدمت کرتے اور دین متین کی تبلیغ و اشاعت کی خاطر ہر ممکن کوشش کرتے مگر الٹا ہم اس عظیم فریضہ سے غافل ہو گئے اور نہ صرف غافل ہوئے بلکہ مخالف راستے پر چل پڑے۔ سابقہ ادوار کی نسبت عہدِ حاضر میں اس فریضہ کی ضرورت سب سے زیادہ ہے۔ مسلمان بجائے دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے وہ گناہوں اور بدعملی کے خوگر ہو چکے ہیں۔ عہدِ حاضر کے مسلمان فقط نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ بلکہ اقبال نے مسلمانوں کی حالت زار کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدّن میں ہنوُد

یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود [15]

یعنی وہ جو اہلِ اسلام کی نشانیاں تھیں وہ تو تمھارے اندر موجود نہیں۔ بلکہ نام کے تو تم مسلمان ہو مگر تمھارے وضع قطع اور تمھارا حلیہ اہل نصاریٰ کی طرح کا ہے۔ تم نے اسلامی وضع قطع کو ترک کر کے اہل نصاریٰ کی وضع قطع کو اختیار کر لیا ہے۔ اسی طرح اگر تمھارے رہن سہن کو دیکھا جائے تو ہندوؤں کے مشابہ ہے۔ مسلمانوں نے کافروں کو کیا تبلیغ کرنی تھی الٹا وہ انھی کافروں کے رنگ میں ایسے رنگ گئے کہ وہ یہود و ہنود بھی شرمارہے ہیں کہ اس قدر تو بے حیا ہم بھی نہیں جیسے یہ مسلمان بن رہے ہیں۔ کیبل، سوشل میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے سے قوم میں سے بالکل حیاء اور شرم ختم ہو چکی ہے۔ اور ہر وہ عمل جو کبھی کافروں اور منافقوں کی پہچان ہوا کرتا تھا آج وہ مسلمانوں کے اندر موجود ہے۔ آج اُمت محمدیہ ﷺ جن عذابوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہے اس کی بنیادی وجہ ہی یہی ہے کہ ہم نے حکمِ الٰہی کے مطابق امر المعروف اور نہی عن المنکر کے اس فریضہ کو جو ہمارے سپرد کیا گیا تھا اس سلسلہ میں کوتاہی سے کام لیا ہے۔ آج پھر ہمیں اسی ذمہ داری سے عہدہ برآں ہونا ہو گا اور یہ جو عظیم فریضہ ہمارے سپرد ہوا تھا، وگرنہ جس طرح نبی کریم ﷺ کی حدیثِ مبارکہ میں دعوت الخیر کو ترک

کرنے کی جو وعید آئی ہے اس کے مطابق ہم مسلمانوں پوری دُنیا میں تماشۂ عبرت بنتے رہیں گے۔

خیر اُمت کے تقاضوں کی تکمیل کی چند عملی تعبیرات

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر نبی مکرم ﷺ کی اُمت کو ایسی شان و شوکت کا حقدار ٹھہرایا جو اس سے پہلے کسی اور اُمت کے حصے میں نہ آئی تھی کہ اس اُمت کے سپرد ایک ایسا فریضہ ٹھہرایا گیا جو انبیاء کا مشن تھا یعنی احکامِ الٰہی کی تبلیغ و ترویج۔ سو وقت گزرنے کے ساتھ دینِ متین اور دعوت الی الخیر کی تبلیغ و ترویج میں بھی تبدیلی آتی گئی۔ وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جدید طریقوں کو اپنایا جائے جن میں سے چند تجاویز درج ذیل ہیں:

۱- لوگوں کو قرآن و سنت کی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے۔

۲- دعوت الی الخیر اور احکامِ الٰہی کی ترویج و اشاعت کے لیے جدید ذرائع مثلاً الیکٹرانک میڈیا اور سوشل میڈیا کو استعمال کیا جائے۔

۳- یونیورسٹی اور کالجز کی سطح پر ایسے سیمینارز منعقد کیے جائیں جو کہ دعوت الی الخیر پر مشتمل ہوں تاکہ نوجوان طبقہ کی رہنمائی کی جاسکے۔

۴- دعوت الی الخیر نہ صرف گفتار کے ذریعے بلکہ کردار کو بھی احکامِ الٰہی سے مزین کرکے لوگوں کو دعوت دی جائے۔

۵- بُرائی و بدکاری کے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کے لیے اہل علم کو مربوط اور منظم تحریک کی صورت میں دعوت الی الخیر کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے۔

خلاصۂ بحث

خیر اور بھلائی کی دعوت اور بُرائی سے ممانعت کی عظیم ذمہ داری اُمت مسلمہ کی وجہِ اعجاز ہے۔ خدائے بزرگ و برتر نے قرآن مجید میں خصوصیت کے ساتھ اس فریضہ کی تکمیل کا حکم دیا ہے۔ بلکہ ساتھ ساتھ اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کا طریقۂ کار اور اس پر حاصل ہونے والے اجر و ثواب کو بھی بیان فرمایا ہے۔ صدیوں تک اُمتِ مسلمہ اس فریضہ کو ادا کرتی رہیں اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کے حقدار قرار پاتی رہی۔ مگر پھر رفتہ رفتہ اس ذمہ داری کو بھولتی گئی اور بالآخر مکمل طور پر ترک کردیا۔ نتیجے کے طور پر زوال اور عذابِ الٰہی کی مستحق قرار پائی۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں بطور مسلمان پھر سے اس ذمہ داری کو ادا کرنا ہوگا تاکہ ہم اس دُنیا و آخرت میں اپنے رب کے حضوں سرخرو ہوسکیں۔

حوالہ جات

References

1 القرآن،الذاریات ۵۱:۵۶۔

Al Quran, 51:56.

2 القرآن،المومنون ۲۳:۱۱۵۔

Al Quran, 23:115.

3 القرآن،الملک ۶۷:۲۔

Al-Quran, 67:2.

4 القرآن،التوبہ ۹:۱۲۲۔

Al Quran, 9:122.

5 القرآن،آل عمران ۳:۱۱۰۔

Al-Quran, 3:110.

6 علاء الدين على بن محمد إبراهيم، تفسير الخازن (بيروت: دار الكتب العلميه، ۱۴۱۰ھ)، ج: ۱، ص: ۲۸۴.

Ala-ud-Din Ali Ibn Muhammad Ibrahim, *Tafsir al-Khazin,* (Beirut: Dar-ul-Kutab al-Ilmiyah, 1410A.H), vol. 1, p. 284.

7 أبو عبد الله أحمد بن محمد بن حنبل بن هلال بن أسد الشيباني، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند الخلفاء الراشدين، مسند علي بن أبي طالب رضي الله عنه، رقم الحديث: ۷۶۳.

Abu Abdullah Ahmed Ibn Muhammad Ibn Hanbal Ibn Hallah Ibn Asad al-Shebani, *Musnad al-Imam Ahmed Ibn Hanbal*, Musnad al-Khulfa al-Rashdeen, Musnad Ali Ibn Abi Talib R.A, Raqm-ul-Hadith: 763.

8 القرآن،التوبہ ۹:۷۰۔

Al-Quran, 9:70.

9 القرآن،البقرہ ۲:۶۱۔

Al-Quran, 2:61.

10 القرآن،آل عمران ۳:۱۰۴۔

Al-Quran, 3:104.

11 القرآن،التوبہ ۹:۷۱۔

Al-Quran, 9:71.

12 مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، صحيح مسلم، كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة...، رقم الحديث: ۲۶۷۴.

Muslim Ibn Hajjaj Abu al-Hassan al-Qasheri, *Saheeh Muslim*, Kitab al-Ilm, Bab: Min San Sunnah Hassanah Au Siya'at..., Raqm-ul-Hadith: 2674.

13 مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان...، رقم الحديث: ۵۰.

Muslim Ibn Hajjaj Abu al-Hassan al-Qasheri, *Saheeh Muslim*, Kitab al-Aiman, Bab: Bayan Kaun al-Nahi Ani'l Munkir min al-Aiman..., Raqm-ul-Hadith: 50.

14 محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، سنن الترمذي، أبواب الفتن، باب ما جاء في الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر، رقم الحديث: ۲۱۶۹.

Muhammad Ibn Isa Ibn Sawrah Ibn al-Dhahāk, al-Tirmidhi, *Sunan al-Tirmidhi,* Abwab al-Fitan, Bab ma Ja'a fil al-Amar Bil-maruf wa Nahi Ani'l Munkir, Raqm-ul-Hadith: 2169.

15 محمد اقبال، علامہ، ''کلیاتِ اقبال'' (اُردو)، (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، ۲۰۱۸ء)، ص: ۲۳۱۔

Muhammad Iqbal, Allama, *Kulliyat-i-Iqbal* (Urdu), (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 2018), p. 231.